صوفی شہاب

تاجکستان : امن مذاکرات

ایسا لگتا ہے کہ حالات ایک دفعہ پھر جنگ کی طرف جا رہے ہیں۔ روسی وزیرِ خارجہ اندرے کو زیروف کے دورہ دوشنبے کے دوسرے روز تاجک دار الحکومت کی سیاسی فضا پر مکمل طور پر اداسی اور پژ مردگی چھائی ہوئی تھی۔ شہر کی گلیاں رات کے سناٹے کا انتظار کیے بغیر خاموشی کی چادر اوڑھے ہوئے تھیں۔ اکا دکا گاڑیاں سڑکوں پر اپنی موجودگی کا احساس دلا رہی تھیں لیکن ان میں سے بھی اکثریت کا تعلق فوج، انسانی حقوق کی تنظیموں اور ان جرائم پیشہ تنظیموں سے تھا جو ملک کے وسائل آمدن کو بے رحمی سے لوٹنے میں مصروف ہیں جو در حقیقت سیاسی طور پر "روس کا طفیلی" بن کر رہ گیا ہے۔ تاجکستان آزاد ممالک کی دولت مشترکہ کا واحد رکن ملک ہے جو کہ ابھی تک اپنی بقا کے لیے روبل کی فراوانی کا محتاج ہے۔ اور جو ابھی تک ان روسی افواج کے قبضہ میں ہے جو بظاہر "مشترکہ امن فوج" کا حصہ ہیں جس میں ازبکستان، کرغیزستان اور خود تاجکستان کی افواج کے بھی چھوٹے چھوٹے یونٹ شامل ہیں۔

عام طور پر اس بات پر اتفاق ہے کہ ۹۳-۱۹۹۲ء کی خانہ جنگی میں فتحیابی کے بعد کلابی قبائل کی موجودہ حکومت کی بقاء ان روسی افواج کی تاجکستان میں موجودگی کی مرہونِ منت ہے۔ خوف و دہشت کی فضاؤں کے اسیر اس ملک میں (کمیونسٹ) کلابی قبائل کی حکومت کے ورثہ کا مشاہدہ تقریباً آئے دن سیاسی بنیادوں پر ہونے والی اس خون ریزی اور قتل عام کے ذریعہ کیا جا سکتا ہے جن میں ملوث مجرموں کا سراغ کبھی بھی نہیں مل پاتا۔

بہ ایں ہمہ روسی وزیرِ خارجہ کوزیروف کے دورہ دوشنبے سے کچھ امیدوں نے بھی سر اٹھایا ہے۔ کیا وہ دوشنبے میں ان "فاتحین" سے بات چیت کے لیے نہیں آئے تھے جو مبینہ طور پر آخر کار جلا وطن حزبِ مخالف اور اس سے تعلق رکھنے والے ان عسکریت پسندوں کے ساتھ، جو افغانستان کی سرزمین سے، جہاں انہوں نے پناہ لی ہوئی ہے، تاجکستان کی جنوبی سرحدوں کا دفاع کرنے والی روسی افواج پر "حملہ کرو اور بھاگ جاؤ" کے اصول کے تحت گوریلا کارروائیوں میں مصروف ہیں، مذاکرات کرنے پر رضامند ہو گئے ہیں؟

مذاکرات کے لیے ۱۶ مارچ کو ماسکو میں تاجک حکومت اور حزب مخالف کے درمیان ملاقات طے پائی تھی۔ جس کے لیے حزبِ مخالف کی سات جماعتوں کے نمائندوں کو اس بات کی یقین دہانی کروائی گئی تھی کہ انکے پیچھے رہ جانے والے خاندانوں کو کسی بھی صورت میں گزند نہیں پہنچنے دی جائے گی۔ اقوامِ متحدہ کے مبصرین ماسکو پہنچ چکے تھے۔ واضح رہے کہ مذاکرات کم از کم نظریاتی طور پر اقوامِ متحدہ کی نگرانی میں ہورہے ہیں۔ اچانک پتہ چلا کہ مذاکرات کا فوری انعقاد کسی بھی طور پر ممکن نہیں۔ دوسری طرف روسی کمان کی طرف سے اعلان شدہ تاجکستان میں موجود روسی افواج کی مشقیں اپنے مقررہ پروگرام پر منعقد ہوئیں۔ ان مشقوں میں حقیقی اسلحہ کا استعمال کیا گیا اور ان کے لیے ایک ایسے علاقہ کا انتخاب کیا گیا جس میں جنگلی حیات کے وسیع قدرتی ذخائر ہیں جس کی وجہ سے "گرین پیس" نامی تنظیم نے ان فوجی مشقوں کے خلاف ماسکو میں مظاہرہ بھی کیا۔

مذاکرات کے التواء نے زبردست مایوسی کی فضا کو جنم دیا۔ نہ صرف یہ کہ دوشنبے کے مکینوں کے ذہنوں میں، جو عام طور پر خانہ جنگی میں غیر جانبدار رہے، خانہ جنگی کی تباہ کاریوں کی یاد تازہ ہو گئی بلکہ یہاں سے تعلق رکھنے والے جمہوریت پسند دانشوروں کو احساس ہونے لگا کہ ان کے "بنیاد پرست" اتحادیوں کو ان پر غلبہ حاصل ہوگیا ہے جو درحقیقت دو علاقائی گروہوں (جرمیوں اور پامیریوں) کی نمائندگی کرتے ہیں اور جن پر ملک کو گروہی اور لسانی بنیادوں پر خانہ جنگی میں دھکیلنے کا الزام ہے جس کے نتیجہ میں بنیادی سیاسی معاملات پردہ اخفاء میں چلے گئے!!

لیکن حاکم کلابی خود آپس میں منقسم ہو کر خاصے رسوا ہو چکے ہیں، وہ مکمل طور پر عوام کے اعتماد کو کھو چکے ہیں۔ جبکہ حزبِ مخالف فوجی کارروائیوں کے لیے عسکریت پسندوں اور گوریلوں کا انتخاب ان لاکھوں تاجک مہاجرین میں سے کرتی ہے جنھوں نے افغانستان میں پناہ لی ہوئی ہے۔ (ریڈ کراس نے پچھلے سال تاجک مہاجرین کی نصف تعداد کو واپس ملک بھیجنے کا انتظام کیا)۔ حزبِ مخالف کو پڑوسی اسلامی ملکوں کی امداد بھی حاصل ہے۔

تاہم اسلامی مزاحمتی کونسل جس کا مرکز شمال مشرقی افغانستان کے شہر تعلقان / تالوقان میں ہے، کے زیادہ سے زیادہ پانچ ہزار جنگجو اُن بیس ہزار روسی افواج پر غلبہ حاصل کرنے میں کسی طور کامیاب نہیں ہو سکتے، جو بہتر انداز سے مسلح ہیں اور جو روسی جنرل بورس پیانکوف کی کمان میں ہیں۔ حزبِ مخالف البتہ تیرہ سو کیلومیٹر لمبی پہاڑی سرحد جس کی متواتر "پٹرولنگ" ناممکن ہے، میں اپنے جنگجوؤں کو داخل کر کے ملک میں اپنی جنگی کارروائیوں کو مزید فعال کرنے کا عمل جاری رکھ سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ روسی سفارت کار یہ کہتے ہوئے سنائی دیتے ہیں کہ تاجکستان کے مسئلے کا واحد حل سیاسی مذاکرات ہیں۔ لیکن ایک طرف اگر روسی سفارت کار سیاسی مذاکرات پر زور دے رہے ہیں تو دوسری طرف خود روسی وزیرِ خارجہ کوزیروف کسی اور ہی نقطہ پر سوچ وبچار کر رہے ہیں۔ کوزیروف نے دوشنبے میں آکر یہ

اعلان کیا کہ حزب اختلاف میں اس حد تک انتشار اور انقسام ہے کہ مذاکرات کے لیے اس کی طرف سے نامزد کردہ اشخاص کی نمائندہ حیثیت کو تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ روسی وزیر خارجہ نے مزید کہا "روس کو فوری طور پر اب اس بات کا واضح اشارہ دینا ہوگا کہ وہ تاجکستان کے خلاف کسی بھی قسم کی جارحیت کی صورت میں خواہ وہ خود تاجکوں ہی کی طرف سے کیوں نہ ہو، اپنی فوجی طاقت کو استعمال میں لائے گا"۔

یہ بات فطری ہے کہ کلابی قبائل سے تعلق رکھنے والے تاجک حکام حزبِ مخالف کے ساتھ مذاکرات کے مخالف ہیں اور سیاسی عمل اور اداروں کو وسعت دینے کے حامی افراد اور سرکاری مشینری کے ارکان کی حمایت حاصل کرنے کے لیے اپنے "پسندیدہ طریقوں" کو استعمال کر رہے ہیں۔ حیران کن امر یہ ہے کہ روس، جو کہ ایک بڑی طاقت ہونے کا دعویدار بھی ہے، تاجک حکومت کی ان پالیسیوں کی حمایت کر رہا ہے۔

مذاکرات کے التواء پر اپنے ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے اسلامی مزاحمتی کونسل کے چیئرمین سیّد عبداللہ نوری نے روسی وزیرِ خارجہ اندرے کوزیروف اور جنرل پلانکوف پر ذاتی اغراض کے لیے روسی عوام کے قومی مفادات کو پس پشت ڈالنے کا الزام لگاتے ہوئے روسی صدر بورس یلسن سے اپیل کی کہ "وہ روسی افواج کو ایک طویل، بے نتیجہ اور بے مقصد جنگ میں جھونکنے نہ دیں"۔

ان حالات میں تاجکستان میں تعینات روسی افواج تمام تر شکوک و شبہات کا مرکز و محور بنی ہوئی ہیں۔ تاجکستان میں اس فوج کی تعیناتی روسی فوجی افسران کو اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو "امن ساز" کے طور پر پیش کریں۔ مزید یہ کہ اس تعیناتی نے ان کو رقم بٹورنے کے بھی بہت سارے مواقع فراہم کر دیے ہیں۔ ان کو دگنی تنخواہیں ملتی ہیں اور اس کے علاوہ وہ بعض ضمنی ناجائز مالی فوائد بھی حاصل کر رہے ہیں جن میں فوجی پٹرول بیچنا اور منشیات کی سوداگری کے غالباً انتہائی منافع بخش کاروبار میں ملوّث ہونا بھی شامل ہے۔

مذاکرات کی تعطلی کے پس منظر میں گزشتہ ماہ کے شروع میں جنرل پیانکوف اس امر کی طرف اشارہ کر چکے ہیں کہ تاجک پارٹیوں میں مذاکرات نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوں گے۔ لیکن اس پیشگوئی کے باوجود مذاکرات کے سلسلہ میں حزب مخالف کے مطالبات خاصے معقول دکھائی دیتے ہیں۔ حزبِ مخالف اب نہ تو حکومت کے حصول کا مطالبہ کر رہی ہے اور نہ ہی تاجکستان میں تعینات روسی افواج کے انخلاء کا۔ اس ضمن میں اس کا صرف ایک مطالبہ ہے کہ تاجکستان میں تعینات فوج کی کمان میں اقوامِ متحدہ کے مبصرین کو بھی شامل کیا جائے۔

یہ بات بڑی تعجب خیز ہے کہ حزبِ مخالف کی ایک ایسی "بنیاد پرست" فوج جسے کریملن کی نئی فوجی بالادستی کے خلاف سب سے بڑا خطرہ سمجھا جارہا ہے بالواسطہ طور پر سابق سویت ریاستوں میں روس کا "ناقابلِ تردید" کردار تسلیم کر لے، جسے مغرب بھی خاصے پس و پیش اور ذہنی تحفظات کے ساتھ (ایک

محدود وقت کے لیے) تسلیم کرتا ہے۔ یوں ضمنی طور پر حزبِ مخالف یہ تسلیم کر رہی ہے کہ اگر تاجکستان سے جہاں پہلے ہی بہت کشت و خون ہو چکا ہے، روس نے فوراً اپنی فوجیں واپس بلالیں تو کھلی خانہ جنگی کا ایک نیا دور شروع ہو جائے گا۔ شاید انھوں نے اس بات کا ادراک کر لیا ہے کہ اگر روس نے تاجکستان سے جو کئی عشروں تک ہر چیز کے لیے روس کا دست نگر رہا ہے، اپنے تعلقات توڑ لیے تو اس سے ملک شدید مشکلات سے دوچار ہو جائے گا۔

"تاجک اسلامک ڈیموکریٹس" افغانستان میں اپنی آنکھوں دیکھے حالات کے نتیجے میں، جہاں افغان مجاہدین سوویت یونین کو شکست سے دوچار کر کے اپنے ملک سے باہر دھکیلنے کے بعد آپس میں گھتم گھتا ہیں۔ خاصے حقیقت پسند ہو گئے ہیں۔ اور یہ ایک کھلی حقیقت ہے جسے انھوں نے تسلیم ہی کرنا تھا۔ حزبِ مخالف نے گزشتہ موسم بہار میں دوشنبہ پر ایک بہت بڑے حملہ کا پروگرام بنایا تھا لیکن وہ اسے عملی جامہ نہیں پہنا سکی۔ یہ پروگرام انھوں نے اپنے پشتیبان افغانوں کی باہم لڑائی سے پہلے بنایا تھا۔ تاجکستان میں تعینات ایک امریکی سفیر کے مطابق اب اس طرح کے حملوں کی کامیابی کے امکانات بہت ہی محدود ہیں۔ ایک روسی سفارت کار کے مطابق یہ حقیقت پسندانہ موقف ان تاجک "باغیوں" کی جو ڈیموکریٹس یا اسلامی بنیاد پرست ہونے سے پہلے قوم پرست ہیں، ایک جنگی چال بھی ہو سکتی ہے، جس میں ضروری نہیں کہ حزبِ مخالف کے دیگر عناصر بھی اس موقف میں ان کے شریک ہوں۔ مذکورہ روسی سفارتکار نے مزید کہا۔ "روسی حکومت کے لیے یہ امر تباہ کن ہو گا کہ وہ حزبِ مخالف کے ساتھ معاملہ کرنے کی بجائے کھل کر فوج کا ساتھ دے کیونکہ اس صورت میں وہ متوقع طور پر مستقبل میں داخلی امن کے قیام اور اندرونی نظم و ضبط سے متعلق سرگرمیوں میں بھرپور طور پر ملوث ہونے پر اپنے آپ کو مجبور پائے گی۔

اگر فی الحقیقت بامعنی مذاکرات کا انعقاد مقصود ہے تو نہ صرف قوم کے اعتماد کو مکمل طور پر کھو دینے والی کلابی قیادت کی چھٹی کرانا ہو گی بلکہ ان کے ان گماشتوں کو بھی غیر مسلح کرنا ہو گا جو واپس آنے والے مہاجرین کو مسلسل ہراساں کر رہے ہیں۔ مثلاً پچھلے دنوں "میڈیسن دو مندسے" کے ایک اہلِ کار کو تشدد کر کے ہلاک کر دیا گیا۔

جہاں روسیوں نے بڑی کامیابی سے کچھ دیگر سابق سوویت ریاستوں میں اپنے لیے قابل قبول عناصر کی اقتدار تک رسائی میں امداد کی ہے وہاں اس امر کی ابھی تک کوئی شہادت سامنے نہیں آ سکی ہے کہ ماسکو تاجکستان میں کسی قسم کی تبدیلی لانے کا خواہشمند ہے۔ دوشنبے میں تعینات بعض غیر ملکی سفارتکار ان خدشات کا اظہار کر رہے ہیں کہ کریملن ایک دفعہ پھر روسی افواج کے اس مقصد کو آگے بڑھانے میں مصروف ہے کہ تاجکستان کی موجودہ حکومت کو اس کی غیر نمائندہ حیثیت کے باوجود مضبوط کیا جائے۔ (ترجمہ: ادارہ) (بشکریہ "دی یونیورسل میسیج" اگست ۱۹۹۴ء)